

حکمت سید مودودیؒ

حج کے متعلق چند قرآنی لمعات

(مرتبہ مدیر)

میں نے خصوصی توجہ سے حج کے متعلق تفہیم القرآن سے بیشتر نوٹ جمع کیے ہیں، جن سے حج کے بارے میں کئی حقائق واضح ہو جاتے ہیں۔ دو چار اجزاء میں نے چھوڑ دیئے ہیں، بعد میں اضافہ کر دیا جائے گا۔ حوالے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مدیر)

حج و عمرہ ایک ساتھ | عرب جاہلیت میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ کرنا گناہ عظیم ہے۔ اُن کی خود ساختہ شریعت میں عمرے کے لیے الگ سفر کرنا ضروری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے (سورہ بقرہ کی آیت ۱۹۶ کے مطابق)، اس قید کو اڑا دیا اور باہر سے آنے والوں کے ساتھ یہ رعایت فرمائی کہ وہ ایک ہی سفر میں عمرہ اور حج دونوں کر لیں، البتہ جو لوگ مکہ کے آس پاس میقاتوں کی حدود کے اندر رہتے ہوں، انہیں اس رعایت سے مستثنیٰ کر دیا، کیونکہ اُن کے لیے عمرے کا سفر الگ اور حج کا سفر الگ کرنا کچھ مشکل نہیں۔^①

احرام کی چند پابندیاں | احرام کی حالت میں میاں اور بیوی کے درمیان نہ صرف تعلقِ زنا و شو ممنوع ہے، بلکہ ان کے درمیان کوئی ایسی گفتگو بھی نہ ہونی چاہیے جو رغبتِ شہوانی پر مبنی ہو۔

تمام معصیت کے افعال اگرچہ سبائے خود ناجائز ہیں، لیکن احرام کی حالت میں ان کا

گناہ بہت سخت ہے۔
حتیٰ کہ خادم کو ڈانٹنا تک جائز نہیں ⑤

حج، زادِ راہ اور تقویٰ | جاہلیت کے زمانے میں حج کے لیے زادِ راہ سمیٹنے کو ایک دنیا دارانہ فعل سمجھا جاتا تھا اور ایک مذہبی آدمی سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ خدا کے گھر کی طرف دنیا کا سامان لیے بغیر جائے گا۔ اس آیت (البقرہ - ۱۹۷) میں ان کے اس خیال کی تردید کی گئی ہے اور انہیں بتایا گیا ہے کہ زادِ راہ لینا کوئی خوبی نہیں ہے۔ اصل خوبی خدا کا خوف اور اس کے احکام کی خلاف ورزی سے اجتناب اور زندگی کا پاکیزہ ہونا ہے۔ جو مسافر اپنے اخلاق درست نہیں رکھتا اور خدا سے بے خوف ہو کر یہ سہ اعمال کرتا ہے۔ وہ اگر زادِ راہ سمیٹنے کے محض ظاہر میں فیکری کی نمائش کرتا ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ خدا اور خلق دونوں کی نگاہ میں وہ ذلیل ہوگا۔ اور اپنے اس مذہبی کام کی بھی وہ توبہ نہیں کرے گا۔ جس کے لیے وہ سفر کر رہا ہے، لیکن اگر اس کے دل میں خدا کا خوف ہو اور اس کے اخلاق درست ہوں تو خدا کے ہاں بھی اس کی عزت ہوگی اور خلق بھی اس کا احترام کرے گی، چاہے اس کا تو شرعاً کھانے سے بھرا ہوا ہو ⑥

سفر حج اور کسبِ معاش | یہ بھی قدیم عربوں کا ایک جاہلانہ تصور تھا کہ سفر حج کے دوران میں کسبِ معاش کے لیے کام کرنے کو وہ بُرا سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک کسبِ معاش ایک دنیا دارانہ فعل تھا۔ اور حج جیسے ایک مذہبی کام کے دوران میں اس کا ارتکاب مذموم تھا۔ قرآن اس خیال کی تردید کرتا ہے اور انہیں بتاتا ہے کہ ایک خدا پرست آدمی جب خدا کے قانون کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی معاش کے لیے جدوجہد کرتا ہے تو دراصل اپنے رب کا فضل تلاش کرتا ہے اور کوئی گناہ نہیں، اگر وہ اپنے رب کی رضا کے لیے سفر کرتے ہوئے اُس کا فضل بھی تلاش کرتا جائے ⑦

حج میں قریش کی شانِ امتیاز | حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کے زمانے میں عرب کا معروف طریقہ حج یہ تھا کہ ۹ ذوالحجہ کو مکہ سے عرفات جاتے تھے اور ۱۰ ذوالحجہ کی صبح کو وہاں سے پلٹ کر مزدلفہ میں ٹھہرتے تھے، مگر بعد کے زمانے میں جب رفتہ رفتہ قریش کی برہمنیت قائم

ہو گئی تو انہوں نے کہا: ہم اہل حرم ہیں، ہمارے مرتبے سے یہ بات فروتہ ہے کہ عام اہل عرب کے ساتھ عرفات تک جائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے لیے یہ شانِ امتیاز قائم کی کہ مزدلفہ تک جا کر ہی پلٹ آئے اور عام لوگوں کو عرفات تک جانے کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ پھر یہی امتیازِ بنی خزاعہ اور بنی کنانہ اور ان کے دوسرے قبیلوں کو بھی حاصل ہو گیا، جن کے ساتھ قریش کے شادی بیاہ کے رشتے تھے، آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ جو قبیلے قریش کے حلیف تھے اُن کی شان بھی عام عربوں سے اونچی ہو گئی اور انہوں نے بھی عرفات جانا چھوڑ دیا۔ اسی فخر و غرور کا بت اس آیت (البقرہ ۱۹۹) میں توڑا گیا ہے۔ آیت کا خطاب خاص قریش اور ان کے رشتہ دار اور حلیف قبائل کی طرف ہے۔ اور خطاب عام ان سب کی طرف ہے جو آئندہ کبھی اس قسم کے امتیازات اپنے لیے مخصوص کرتا چاہیں۔ اُن کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اور سب لوگ جہاں تک جاتے ہیں انہیں کے ساتھ جاؤ، انہیں کے ساتھ ٹھہرو، انہیں کے ساتھ پلیٹو اور اب تک جاہلیت کے فخر و غرور کی بنا پر سنتِ ابراہیمی کی جو خلاف ورزی کرتے رہے ہو اُس پر اللہ سے معافی مانگو۔^⑤

ذکرِ آباء کے بجائے ذکرِ خدا | اہل عرب سچ سے فارغ ہو کر جلسے کرتے تھے جن میں ہر قبیلے کے لوگ باپ دادا کے کارنامے فخر سے بیان کرتے اور اپنی بڑائی کی ڈینگیں مارتے تھے۔ اس پر فرمایا جا رہا ہے (البقرہ ۲۰۰) کہ ان جاہلانہ باتوں کو چھوڑو۔ پہلے جو وقت فضولیات میں صرف کرتے تھے اب اُسے اللہ کی یاد اور اس کے ذکر میں صرف کرو۔^⑥

دارالامن | فتح مکہ کے دوسرے روز جو خطبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا اُس میں آپ نے اعلان فرمادیا تھا کہ ”لوگو! اللہ نے مکہ کو اتار لے آفرینش سے حرام کیا ہے اور یہ قیامت تک کے لیے اللہ کی حرمت سے حرام ہے۔ کسی شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو، حلال نہیں ہے کہ یہاں کوئی خون بہائے۔“ پھر آپ نے فرمایا کہ ”اگر میری اس جنگ کو دلیل بنا کر کوئی شخص اپنے لیے یہاں خونِ بربری کو جائز ٹھہرائے تو اس سے کہو کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کے لیے اس کو جائز کیا تھا نہ کہ تمہارے لیے۔ اور میرے لیے بھی یہ صرف ایک دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا۔ پھر آج اس کی حرمت

اسی طرح قائم ہو گئی جیسی کل تھی۔

حرم کے باہر جس شخص نے کسی کو قتل کیا ہو یا کوئی اور ایسا جرم کیا ہو جس پر حد لازم آتی ہو اور پھر وہ حرم میں پناہ لے لے تو جب تک وہ وہاں رہے اُس پر مانتہ نہ ڈالا جائے گا۔ حرم کی یہ حیثیت حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے چلی آتی تھی۔ اور فتح مکہ کے روز صرف ایک ساعت کے لیے اٹھائی گئی۔ پھر ہمیشہ کے لیے قائم ہو گئی۔ قرآن کا ارشاد ہے وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا۔ جو اس میں داخل ہو گیا۔ امن میں آ گیا۔ حضرت عمرؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباس کے یہ اقوال معتبر روایات میں آتے ہیں کہ ہم اپنے باپ کے قاتل کو بھی وہاں پائیں تو اُسے مانتہ نہ لگائیں۔ اسی لیے جمہور تابعین اور حنفیہ اور حنابلہ اور اہل حدیث اس کے قائل ہیں کہ حرم کے باہر کیے ہوئے جرم کا قصاص حرم میں نہ لیا جائے گا۔ وہاں کے قدرتی درختوں کو نہیں کاٹا جاسکتا، نہ خود رو گھاس اکھاڑی جاسکتی ہے، نہ پرندوں اور دوسرے جانوروں کا شکار کیا جاسکتا ہے اور نہ شکار کی غرض سے وہاں کے جانور کو بھگایا جاسکتا ہے تاکہ حرم کے باہر اس کا شکار کیا جائے۔ اس سے صرف سانپ بچھو اور دوسرے جانور مستثنیٰ ہیں اور خود رو گھاس اذخر اور خشک گھاس مستثنیٰ ہے۔ وہاں کی گری پڑی چیز اٹھانا ممنوع ہے۔ وہاں جو شخص بھی حج یا عمرے کی نیت سے آئے وہ احرام کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا ⑤ (اختلافات ساقط کر دیئے۔ مرتب)

حج کے دنیوی فوائد | اس (یعنی یہ ارشاد باری تعالیٰ کہ لِيَشْهَدُوا مَنَاقِبَ لَهُم) سے مراد صرف دینی فائدے ہی نہیں بلکہ دنیوی فائدے بھی ہیں۔ یہ اسی خانہ کعبہ اور اس کے حج کی برکت تھی کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک ڈھائی ہزار سال کی مدت میں عربوں کو ایک مرکز وحدت حاصل رہا جس نے ان کی عربیت کو تباہیت میں بالکل گم ہو جانے سے بچائے رکھا۔ اسی مرکز سے وابستہ ہونے اور حج کے لیے ہر سال ملک کے تمام حصوں سے آتے رہنے کی بدولت ان کی زبان ایک رہی، تہذیب ایک رہی، ان کے اندر عرب ہونے کا احساس باقی رہا، اور ان کو خیالات، معلومات اور تمدنی طریقوں کی اشاعت کے مواقع ملتے رہے۔ پھر یہ بھی اسی حج کی برکت تھی کہ عرب کی اس

عام بدامنی میں کم از کم چار مہینے ایسے امن کے بیستر آجاتے تھے جن میں ملک کے ہر حصے کا آدمی سفر کر سکتا تھا اور تجارتی توافقیہ بھی بنیہت گذر سکتے تھے۔ اس بے عرب کی معاشی زندگی کے بے بھی حج ایک رحمت تھیا۔ اسلام کے بعد حج کے دینی فائدوں کے ساتھ اس کے دنیوی فائدے بھی کئی گنے زیادہ ہو گئے۔ پہلے وہ صرف عرب کے لیے رحمت تھیا، اب وہ ساری دنیا کے اہل توحید کے لیے رحمت ہو گیا۔^⑤

قربانی | (سورہ حج کی آیت ۲۸ میں) جانوروں سے مراد مولیشی جانور ہیں، یعنی اونٹ، گائے، بھیر، بکری جیسا کہ سورہ انعام رکوع ۱۷ میں بہ صراحت بیان ہوا ہے۔

اُن پر اللہ کا نام لینے سے مراد، اللہ کے نام پر اور اس کا نام لے کر انہیں ذبح کرنا ہے۔ قرآن مجید میں قربانی کے لیے بالعموم "جانور پر اللہ کا نام لینے کا، استخارہ استعمال کیا گیا ہے اور ہر جگہ اس سے مراد اللہ کے نام پر جانور کو ذبح کرنا ہی ہے۔ اس طرح گویا اس حقیقت پر متنبہ کیا گیا ہے کہ اللہ کا نام لیے بغیر، یا اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر جانور کو ذبح کرنا کفار و مشرکین کا طریقہ ہے۔^⑥

احرام کھونا | مناسک حج سے فارغ ہو کر احرام کھول دیں (بروئے آیت سورہ حج ۳۹) حجامت کرائیں، نہائیں، دھوئیں اور وہ پابندیاں ختم کر دیں جو احرام کی حالت میں عاید ہو گئی تھیں۔ لغت میں نَفَث کے اصل معنی اُس غبار اور میل کچیل کے ہیں جو سفر میں آدمی پر چڑھ جاتے ہیں، مگر حج کے سلسلے میں جب میل کچیل کا ذکر کیا گیا ہے تو اس کا مطلب وہی لیا جائے گا جو اوپر بیان ہوا ہے۔ کیونکہ حاجی جب تک مناسک حج اور قربانی سے فارغ نہ ہو جائے، وہ نہ بال ترشوا سکتا ہے، نہ ناخن کٹوا سکتا ہے اور نہ جسم کی دوسری صفائی کر سکتا ہے۔^⑦

قربانی کا گوشت کس کس کو دیا جائے | تنگ دست فقیر (والاعموا البائس الفقیر) کو (قربانی کا گوشت۔ مرتب) کھلانے کے متعلق جو فرمایا گیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غنی کو نہیں کھلایا جاسکتا۔ دوست، ہمسائے، رشتہ دار، خواہ محتاج ہوں نہ ہوں، پھر بھی انہیں قربانی کے گوشت میں سے دینا جائز ہے۔ یہ بات صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے۔ علقمہؓ کا

بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے میرے لائحۂ قربانی کے جانور بھیجے اور ہدایت فرمائی کہ یوم النحر کو انہیں ذبح کرنا، خود بھی کھانا، مساکین کو بھی دینا اور میرے بھائی کے گھر بھی بھیجنا۔ ابن عمرؓ کا بھی یہی قول ہے کہ ایک حصہ کھاؤ، ایک حصہ ہمسایوں کو دو اور ایک حصہ مساکین میں تقسیم کرو۔ ⑪

تعظیم شاعر اللہ اور ہدی کے جانور [دشائے اللہ سے مراد ہیں] — خدا پرستی کی علامات، خواہ وہ اعمال ہوں جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ یا اشیا ہوں جیسے مساجد اور ہدی کے اڈنٹ وغیرہ۔

یہ احترام (شاعر اللہ کا) دل کے تقویٰ کا نتیجہ ہے اور اس بات کی علامت ہے کہ آدمی کے دل میں کچھ نہ کچھ خدا کا خوف ہے، جیسا کہ اس کے شاعر کا احترام کر رہا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اگر کوئی شخص جان بوجھ کر شاعر اللہ کی ہتک کرے تو یہ اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ اس کا دل خدا کے خوف سے خالی ہو چکا ہے یا تو وہ خدا کا قائل ہی نہیں ہے، یا ہے تو اس کے مقابلے میں باعینانہ روش اختیار کرنے پر آمادہ ہے۔

پہلی آیت میں شاعر اللہ کے احترام کا عام حکم دینے اور اسے دل کے تقویٰ کی علامت ٹھہرانے کے بعد یہ فقرہ (لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى) ایک غلط فہمی رفع کرنے کے لیے ارشاد فرمایا گیا ہے۔ شاعر اللہ میں ہدی کے جانور بھی داخل ہیں۔ جیسا کہ اہل عرب مانتے تھے اور قرآن خود بھی آگے چل کر کہتا ہے کہ وَالْبُدُنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِمَّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ۔ (اور ان ہدی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے شاعر اللہ میں شامل کیا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ شاعر اللہ کی تعظیم کا جو حکم اوپر دیا گیا ہے، کیا اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہدی کے جانوروں کو حیب بیت اللہ کی طرف لے جانے لگیں تو ان کو کسی طرح بھی استعمال نہ کیا جائے، ان پر سواری کرنا، یا سامان لادنا، یا ان کے دودھ پینا تعظیم شاعر اللہ کے خلاف تو نہیں۔ عرب کے لوگوں کا یہی خیال تھا۔ چنانچہ وہ ان جانوروں کو بالکل کوتل لے جاتے تھے۔ راستے میں ان سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا ان کے نزدیک گناہ تھا۔ اسی غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیے یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ قربانی کی جگہ پہنچنے تک تم ان جانوروں سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔

ایسا کرنا تعظیم شعائر کے خلاف نہیں ہے۔

یہی بات ان احادیث سے معلوم ہوتی ہے، جو اس محلے میں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انسؓ سے مروی ہیں۔ ان میں بیان ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص اونٹ کی مہار مقامے پیدل چل رہا ہے۔ اور سخت تکلیف میں۔ ا۔ آپؐ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جا۔ اس نے عرض کیا: یہ ہدی کا اونٹ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اسے سوار ہو جا۔^(۱۷)

(اس محلے میں مفسرین اور فقہائے اختلافات کا خلاصہ سا قط کر دیا گیا ہے۔ مرتب) قربانی تمام اُمتوں میں رہی ہے | اس آیت سے (وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا..... الخ)

سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ قربانی تمام شرائع الہیہ کے نظام عبادت کا ایک لازمی جزو ہے۔ توحید فی العبادات کے بنیادی تقاضوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان نے جن بھی صورتوں سے غیر اللہ کی بندگی کی ہے، ان سب کو غیر اللہ کے لیے ممنوع کر کے صرف اللہ کے لیے مختص کر دیا جائے۔ مثلاً انسان نے غیر اللہ کے آگے مالی نذرانے پیش کیے۔ شرائع الہیہ نے انہیں ممنوع کر کے زکوٰۃ و صدقہ اللہ کے لیے واجب کر دیا۔ انسان نے معبودانِ باطل کی تیرتھ یا تراکی، شرائع الہیہ نے کسی نہ کسی مقام کو مقدس یا بیت اللہ قرار دے کر اس کی زیارت و طواف کا حکم دے دیا۔ انسان نے غیر اللہ کے نام کے روزے رکھے ہیں، شرائع الہیہ نے انہیں بھی اللہ کے لیے مختص کر دیا۔ ٹھیک اسی طرح انسان اپنے خود ساختہ معبودوں کے لیے جانوروں کی قربانیاں بھی کرتا رہا ہے، اور شرائع الہیہ نے ان کو بھی غیر کے لیے قطعاً حرام اور اللہ کے لیے واجب کر دیا۔

دوسری بات اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ اصل چیز اللہ کے نام پر قربانی ہے، نہ کہ اس قاعدے کی یہ تفصیلات کہ قربانی کب کی جائے۔ اور کہاں کی جائے اور کس طرح کی جائے۔ ان تفصیلات میں مختلف زمانوں اور مختلف قوموں اور ملکوں کے انبیاء کی شریعتوں میں حالات کے لحاظ سے اختلافات رہے ہیں، مگر سب کی روح اور سب کا مقصد ایک ہی ہے۔^(۱۸)

قربانی کی معنویت اور اس کا عمومی وجوب | یعنی (مطابق ہے کہ) دل اس کی (اللہ کی) بڑائی مانو

اور عمل سے اُس کا اعلان و اظہار کرو۔ پھر یہ حکم قربانی کی غرض اور علت کی طرف اشارہ ہے۔ قربانی صرف اس لیے واجب نہیں کی گئی کہ یہ تسخیر حیوانات پر اللہ کا پورا اللہ کا شکر ہے۔ بلکہ اس لیے بھی واجب کی گئی ہے کہ جس کے یہ جانور ہیں اور جس نے انہیں ہمارے لیے مسخر کیا ہے، اس کے مالکانہ حقوق کا ہم دل سے بھی اور عملاً بھی اعتراف کریں تاکہ ہمیں کبھی یہ بھگول نہ لاسق ہو جائے کہ یہ سب کچھ ہمارا اپنا مال ہے۔ اسی مضمون کو وہ فقرہ ادا کرتا ہے کہ ۱۲ اللَّهُمَّ مِثَاكَ وَلَكَ ۔

اس مقام پر یہ جان لینا چاہیے کہ اس پیراگراف میں قربانی کا جو حکم دیا گیا ہے وہ صرف جانوروں کے لیے ہی نہیں ہے اور صرف مکہ میں حج ہی کے موقع پر ادا کرنے کے لیے نہیں بلکہ تمام ذمی استطاعت مسلمانوں کے لیے عام ہے، جہاں بھی وہ ہوں، تاکہ وہ تسخیر حیوانات کی نعمت پر شکریہ اور تکبیر کا فرض بھی ادا کریں اور ساتھ ساتھ اپنے مقامات پر جانوروں کے شریک حال بھی ہو جائیں۔ حج کی سعادت بستر نہ آئی نہ سہی، کم از کم حج کے دنوں میں ساری دنیا کے مسلمانوں کا وہ کام تو کر رہے ہیں جو حاجی جواریت اللہ میں کریں۔ اس مضمون کی تصریح متعدد صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہے اور بکثرت معتبر روایات سے بھی ثابت ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود مدینہ طیبہ کے پورے زمانہ قیام میں ہر سال بقرہ عید کے موقع پر قربانی کرتے رہے اور مسلمانوں میں آپ ہی کی سنت سے یہ طریقہ جاری ہوا۔ ۱۱ احادیث اور فقہ کے نکات ثلث نہیں کیے گئے (۱۱ مرتب)

حوالہ جات

- ۱۔ تفہیم القرآن، جلد ۱، حاشیہ نمبر ۲۱۳
- ۲۔ " " " " ۱ " " ۲۱۶، ۲۱۵، ۲۱۴
- ۳۔ " " " " ۱ " " ۲۱۷
- ۴۔ " " " " ۱ " " ۲۱۸
- ۵۔ " " " " ۱ " " ۲۲۰

27 // 3 // // -13

©rasaitojaraid.com